علمی مضامین سلسلہ نمبر ۴۶

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

مرد کی دِیت کامل اَور عورت کی نصف ہوگی

اِس کی حکمت؟

۳۰ راگست ۱۹۸۴ء کے ''مِلّی ایڈیشن نوائے وقت'' کے مطالعہ سے یوں اَندازہ ہوتا ہے کہ عورت کی دیت کے متعلق اَب تک جو ائمہ اَربعہ نے طے کیا تھا وہ صحیح نہیں تھا آج اگر اُس پر عمل کیا جائے تو بین الاقوامی سطح پر عالمی حقوق کے تناظر میں اِسلامی آئین کی بدنامی ہوگی۔

یہ دُوسری بات ہی اَصل چیز ہے جس کے لیے بعض اَذہان اِس طرف چل نکلتے ہیں کہ وہ اِسلام کے ثابت شدہ اُصول کو غیر ثابت قرار دینا سہل سمجھتے ہیں، یہ خود بخود ہی گھر میں بیٹھے شرمندگی اَور ندامت میں مبتلاء ہو جاتے ہیں کہ ترقی یافتہ دُنیا ہم پر ہنسے گی اِس لیے یہ بات نہ کرو۔

مگر کیا اِس سے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں، وہ معترضین ایک بات چھوڑ کر کوئی سی اَور بات پکڑ لیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ .

(پارہ ۱ سُورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۲)

''اَور ہرگز راضی نہ ہوں گے تم سے یہود اَور نہ نصارٰی جب تک تم اُن کے دین کے تابع نہ ہو۔''

ہمارے خیال میں اِس طرح کی شکست خوردگی کے بجائے جوابی دلائل سوچنی چاہییں اَحکام اِلٰہیہ کا فلسفہ تلاش کرنے پر اپنی قوت صرف کرنی چاہیے۔ اگر ہم ایسا کریں تو ترقی یافتہ دُنیا کو خاموش کر سکتے ہیں۔

مثلاً آپ آج کی ترقی یافتہ دُنیا سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ اُن کے مذہب یا مذہبی قانون یا غیر مذہبی قانون میں ایسے مصیبت زدہ خاندان کی مالی اِمداد کی کیا صورت ہے کہ جس کے اَفراد خانہ میں سے ایک عورت قتل ہوگئی ہو اَور قاتل کا کوئی پتہ نہ چل رہا ہو۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں مہذب دُنیا کے پاس تعزیتی بیان کے سوا اَور کچھ نہیں ہے لیکن اِسلام ایسی صورت میں حکم دیتا ہے کہ اُس کا خون رائیگاں نہیں جا سکتا۔ بیت المال (اسٹیٹ بنک) اُس کی دیت اَدا کرے گا۔

اَب سوال یہ ہوتا ہے کہ عورت سے بیت المال کو کیا ملتا تھا۔ جواب ہوگا ''کچھ نہیں'' کیونکہ اِسلام نے عورت کے ذمہ کمانا رکھا ہی نہیں اُس کا خرچ یا ماں باپ اَور ذی رحم محرم کے ذمہ ہے یا شوہر کے ذمہ بلکہ اِسلام نے گھر میں بھی عورت پر زیادہ مشقت نہیں ڈالی۔ اگر وہ یہ کہتی ہے کہ میں بچوں کی تربیت نہیں کر سکتی تو شوہر دُودھ پلانے والی '' مُرْضِعَۃْ '' یعنی بچوں کو دُودھ پلانے والی عورت کا اِنتظام کرے گا بیوی کو مجبور نہیں کر سکتا۔

غرض بیت المال عورت سے کسی آمدنی کی توقع وابستہ نہیں رکھتا اَور اِسلام عورت کو طرح طرح کی سہولتیں دِلاتا ہے۔

وراثت میں بھی مرد سے نصف دلاتا ہے جبکہ مصارف خانہ داری اُس کے ذمہ نہیں ڈالتا۔

اگر عورت کماتی ہے تو اُس کی اپنی مرضی، اِنکم ٹیکس اِسلام میں نہیں ہے جو اُس سے لیا جائے نہ سیل ٹیکس ہے نہ ہاؤس ٹیکس سوائے اِس کے کہ اُس کے پاس عشری یا خراجی زمین ہو یا بہت جانور ہوں۔

لہٰذا اگر کوئی عورت قتل ہو جاتی ہے اَور قاتل کا پتہ ہی نہیں چلتا تو ایسی صورت میں یا تو بیت المال اُس کے خون کو رائیگاں جانے دے یا کچھ نہ کچھ اُس کے وارثوں کو دے پھر اگر دیتا ہے تو کتنا دے۔ اِن سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ اُس کی مرد سے نصف دیت دے دی جائے گی۔

اَب غور کریں کہ اِسلامی قوانین کے تحت بیت المال کو عموماً مرد سے آمدنی ہوتی ہے عورت سے نہیں مگر پھر بھی قانون یہی رکھا گیا کہ جس سے آمدنی نہیں ہوتی اُس کی بھی دیت اَدا کی جائے اَور جس سے آمدنی ہوتی ہے اُس سے نصف اَدا کی جائے جو معقول رقم ہوگی تو اِنصاف سے غور کریں کہ اِسلام نے عورت کو اِس

طرح مرد سے کم درجہ دیا ہے یا مرد سے بھی بڑھا دیا ہے؟

مساوات :

اَور یہ بحث تو صرف ''دیت'' یعنی مالی بدل کے بارے میں ہے'' قصاص'' میں نہیں۔ وہاں جان کے بدلے جان برابر ہے۔ اگر قاتل مل جائے اَور عورت کے ورثہ قاتل کی طرف سے پیش کردہ دیت کی صورت قبول نہ کریں تو عورت کے بدلے اُسے قتل ہی کیا جائے گا اِس میں قطعی مساوات ہے۔ غریب بوڑھی بیمار عورت کے قاتل کو چاہے وہ کتنا ہی مال دار اَور پہلوان ہو قصاص میں قتل ہی کیا جائے گا۔

حنفی مسلک تو یہ ہے کہ مقتول کے وارِثوں کو صرف قصاص (یعنی) خون کے بدلے خون ہی کے مطالبہ کا حق ہے اُنہیں یہ حق ہی نہیں کہ وہ قاتل سے دیت اَور رُوپیہ کا مطالبہ کریں یہ مطالبہ اَور پیشکش قاتل کرے گا عورت کے ورثہ کو چاہیے (یعنی اِختیار رہے) کہ وہ دیت منظور نہ کریں۔

دَراصل ہمیں ایسی باتوں کے جواب میں دُشواری اِس لیے پیش آتی ہے کہ ہم اِسلام کے کسی ایک قانون کو موجودہ غیر اِسلامی قوانین کے درمیان لاکر دیکھتے ہیں حالانکہ اِسلام کا ہر قانون اُس کے پورے اِقتصادی ڈھانچہ کا تصور کر کے دیکھنا چاہیے تب ہی اُس کی جامعیت نظر آسکتی ہے۔ موجودہ قوانین میں اِسلام کا ایک قانون شامل کر دینے سے اُس کی اَفادیت نظر نہیں آسکتی۔

ایک اِشکال یہ پیش کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں ''اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ'' یعنی جان کے بدلے جان عام ہے لہٰذا عورت اَور مرد کی دیت برابر ہونی چاہیے۔

حالانکہ یہ اِستدلال غلط ہے۔ اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ کا مطلب تو قصاص ہے نہ کہ دیت۔ کیونکہ بنونضیر کا یہودی قبیلہ دُوسرے یہودی قبیلہ بنوقریظہ کو اپنے سے کمتر سمجھتا تھا اَور بنوقریظہ کی دیت بنونضیر سے نصف ہوتی تھی اَور بنوقریضہ کے کسی آدمی کو بنونضیر کا کوئی آدمی قتل کر دیتا تھا تو قصاص نہیں لیا جاتا تھا صرف دیت ہی دی جاتی تھی اَور اگر بنوقریظہ کا کوئی آدمی بنونضیر کے آدمی کو قتل کر دیتا تھا تو وہ ایک کے بدلے ایک ورنہ دو یا زائد قُرظیوں کو قتل کرتے تھے۔ اُن کا یہ رواج حکمِ توراۃ کے خلاف تھا۔ یہ بالکل ایسے ہی تھا جیسے آج بھی یہ طریقہ ہمارے ملک میں صوبہ سرحد کے آزاد قبائل میں (اَور بزنجو صاحب [1] نے بتلایا کہ) بلوچستان کے آزاد قبائل میں موجود ہے۔

---

[1] غوث بخش بزنجو : عبدالولی خان کی پارٹی کے مرکزی عہدے دار اَور سابق گورنر بلوچستان

جب جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے اَور آپ نے زِنا کے کیس میں رجم کی سزا دی تو بنو قریظہ نے اپنے ایک قتل کے کیس میں بھی آپ سے فیصلہ چاہا۔ آپ نے یہ فیصلہ دیا کہ قرظی شخص کا خون نضیری کے خون کے برابر ہے۔ یہ سن کر بنو نضیر بگڑ گئے، کہنے لگے کہ ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے ہم اپنا قاعدہ ہی قائم رکھیں گے۔ اِس پر یہ آیت مذکورہ بالا اُتری اَور یہ آیت بھی کہ

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ .

(پارہ ۶ سُورۃ المائدہ آیت نمبر ۵۰)

"کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اَور یقین کرنے والوں کے واسطے اللہ سے بہتر حکم کرنے والا کون ہے۔"

آپ یہ سارا رکوع آیت نمبر ۴۴ سے آیت نمبر ۵۰ تک پڑھیں تو حکم جاہلیت کی مراد واضح طرح سمجھ میں آجائے گی اُن لوگوں کے اِس رواج کا ثبوت تاریخ میں بھی ہے اَور تفسیر کی کتابوں میں بھی۔ اِمام شافعیؒ فرماتے ہیں وَرُبَمَا لَمْ يَرْضَوْا اِلَّا بِعَدَدٍ يَّقْتُلُوْنَهٗ کبھی کبھی کئی کئی آدمیوں کے قتل پر راضی ہوا کرتے تھے۔ (احکام القرآن جلد ۱ ص ۲۶۹)

نیز ملاحظہ ہو تفسیر دُر منثور (ص ۲۸۸ ج ۲ و ص ۲۹۰ ج ۲) للامام السیوطیؒ تفسیر رُوح المعانی ص ۱۵۶ ج ۶ تفسیر قرطبی ص ۱۸۷ ج ۶ وص ۱۹۲ ج ۶ و ص ۲۱۴ وغیرہ کیونکہ یہی مضمون تفسیر کی ہر کتاب میں موجود ہے لہٰذا "اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ" کو عام قرار دے کر یہ اِستدلال کرنا کہ عورت مرد کی دیت برابر ہے اَور یہ کہنا کہ زمانہ جاہلیت میں عورت کی دیت آدھی ہوتی تھی خلافِ واقع اَور تفسیر بالرائے ہے۔

اَور "اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ" کو عام معنٰی پر ہی میں اگر آپ سمجھتے ہیں تو اِس میں مسلمان اَور کافر بھی برابر ماننے پڑیں گے کیونکہ جیسے مسلمان نفس ہے ویسے کافر بھی نفس ہے۔ لیکن ایسا کر نہیں سکتے لامحالہ اِس عموم میں تخصیص و اِستثناء لائیں گے۔ لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ اگر کوئی کافر دارُالحرب سے (مثلاً لڑائی کے دِنوں میں یا سفارتخانے بند ہو جانے کے بعد) کوئی ہندو پاکستان میں داخل ہوگا تو چونکہ وہ بغیر اِجازت واَمان (ویزا) لیے داخل ہوا اَور اُسے مسلمان سپاہی گولی مار کر ہلاک کر دے تو کسی عالم اَور اِمام کے نزدیک کوئی جرمانہ نہ ہوگا لیکن آپ کے قاعدہ "اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ" کے تحت اِس مسلمان سپاہی کو مار دینا آپ کے طرز فکر و قیاس کی رُو سے

ضروری ٹھہرے گا۔ اَور اگر نہیں تو کیوں؟ آپ کس دلیل سے کہیں گے کہ سپاہی کو نہ مارا جائے جبکہ آپ کے بقول "اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ" کا حکم عام ہے۔ اپنے بیان کردہ قاعدہ اَور دَلیل کے باجود آپ بھی ایسا کر نہیں سکتے لامحالہ اِس عموم میں تخصیص و اِستثناء لائیں گے لہٰذا یہ دعوی کہ اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ بالکل عموم پر محمول ہے خود غلط ہو جائے گا۔

☆ قرآن پاک تفسیر اَور حدیث کی تشریح میں اپنی رائے کا اِستعمال بھی قواعد ہی کے تحت ہو سکتا ہے، بے قاعدہ اَور جو دِل میں آئے وہ تفسیر یا تشریح نہیں کی جا سکتی۔

ایک قاعدہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں جو علماء، مفتی اَور قاضی حضرات تھے اُن کی طرف سب سے پہلے رُجوع کرنا لازمی ہے کیونکہ اُن کے سامنے قرآن پاک اُترا وہ اِس کی سب سے اہم غرض کے سب سے زیادہ واقف تھے اَور ناسخ و منسوخ کے بھی۔ اگر ہم اِس قاعدے کی پابندی نہ کریں تو بڑی بڑی اُلجھنوں میں پڑ جائیں گے مثلاً قرآنِ پاک میں حکم ہے وَاَشْھِدُوْآ اِذَا تَبَایَعْتُمْ (پارہ ۳ سُورہ بقرہ آیت ۲۸۲) جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بناؤ اگر ہر وقت اِس پر عمل کیا جائے تو دُشواری ہوگی اِس کی تفسیر صحابہ کرام نے یہ نہیں سمجھی بلکہ اِس اَمر خاص سے بھی اِستثناء ثابت ہے۔

اِبراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ مَنْ رَاحَ اِلَی الْجُمُعَۃِ فَلْیَغْتَسِلْ (جو جمعہ کے لیے جائے تو اُس پر غسل واجب ہے) میں حکم وجوب کے لیے نہیں ہے جیسے آیت مذکورہ بالا میں (بخاری ص ۱۴۱ ج ۱) حالانکہ "اَمر" خاص کی قسم میں داخل ہے عام میں نہیں۔ اِس لیے لفظ عام کے عموم سے اِستدلال ہی کو سرے سے ضعیف قرار دیا گیا ہے جیسے "اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ" کے عموم سے آج اِستدلال کیا جا رہا ہے۔

☆ ایک اِستدلال اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَؤُ دِمَائُھُمْ (مسلمانوں کے خون برابر ہیں) سے کیا جا رہا ہے اور اِس کے حل کے لیے لغت کے صفحات نقل کیے جا رہے ہیں حالانکہ اِس حدیث کے راوی حضرت علیؓ ہیں اَور وہ عورت کی نصف دیت کے قائل ہیں۔ یہ حدیث اُن کے پاس صحیفہ میں تھی اَور یہ صحیفہ حضرت عمرو بن حزم کے نام والا نامہ سے بہت زیادہ اہم تھا کیونکہ یہ پہلے تو اَبوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس اُن کی تلوار میں رہا پھر حضرت عمر کے پاس رہا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پاس رہا جیسے ترمذی شریف میں ہے۔

اَور اِسی سے حنفی مسلک میں مسائل زکوۃ لیے گئے ہیں۔ اِس صحیفہ کے بارے میں حضرت علیؓ کے برابر

کسی کا علم نہیں ہوسکتا مگر وہ عورت کی نصف دیت کے قائل ہیں اَور دیت کے مسائل حضرت عمرؓ کے دَور سے بعد تک پیش آتے رہے ہیں اَور حضرت علیؓ اِن پر گفتگو فرماتے رہے ہیں (ملاحظہ ہو بیھقی باب من العاقلة التی تغرم ص ۱۰۷ ج ۸) بلکہ حضرت علیؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں یمن میں دیت کا ایک فیصلہ دیا تھا جسے جناب رسول اللہ ﷺ نے سن کر برقرار رکھا۔ (ملاحظہ ہو بیہقی ص ۱۱۱ ج ۸)

☆ حضرت عمرو بن حزم کے نام والا نامہ میں فِی النَّفْسِ الدِّیَةُ مِائَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ ہے جیسے کہ نسائی میں ہے لیکن آگے چل کر جہاں تفصیل ذکر فرمائی گئی ہے وہاں دِیَةُ الْمَرْأَةِ عَلَی النِّصْفِ مِنْ دِیَةِ الرَّجُلِ تحریر فرمایا ہے جیسا کہ مغنی کے حوالہ سے آگے آنے والا ہے۔ (المغنی ص ۷۹۷ ج ہفتم)

حضرت عمر، عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متفقہ فیصلوں سے بھی صحیفہ حضرت علی اَور والا نامہ بنام حضرت عمرو بن حزم کا مضمون ایک ہونا ہی ثابت ہوتا ہے ورنہ اِبن عُلیہ اَور حاتم اَصم اِس کا حوالہ دیتے اَور اُن کا قول "شَاذ" نہ کہلاتا۔

☆ اِس اِنٹرویو میں یہ کمی نظر آئی ہے کہ اُصولِ قانونِ اِسلام میں سے "تعامل" کو بالکل نظر اَنداز کر دیا گیا ہے۔ اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو تعامل اہل مدینہ کو حدیثِ صحیح سے بڑا درجہ دیتے تھے مثلاً حدیث ثبوت رفع یدین عن ابن عمرؓ کی روایت بھی نقل فرماتے ہیں جو بخاری شریف میں ہے لیکن یہ بھی فرماتے ہیں رفع یدین کو میں جانتا ہی نہیں لَا اَعْرِفُ جیسے کہ اُن کے مسلک کی عظیم کتاب المدونة الکبری میں ہے۔ص ۶۸ ج ۱

اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مَا اَجْمَعَ عَلَیْهِ الْحَرَمَانِ (حرم مکہ اَور حرم مدینہ کے علماء جس مسئلہ پر متفق ہوں) کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے ایک مستقل باب صحیح بخاری میں رکھا ہے اَور جا بجا تابعین کرامؒ کے ایسے اَقوال موجود ہیں کہ ہم نے اپنے سے پہلے علماء کو یوں کرتے دیکھا ہے ہاتھی دانت کے اِستعمال کے بارے میں ہے قَالَ الزُّهْرِیُّ اَدْرَکْتُ نَاسًا مِّنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ ... الخ (بخاری ص ۳۷ ج ۱) حضرت زُہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سے پہلے علماء کو اِسے اِستعمال کرتے دیکھا ہے قَالَ الْقَاسِمُ وَرَأَیْنَا اُنَاسًا مُّنْذُ اَدْرَکْنَا..... الخ حضرت قاسمؒ نے فرمایا کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے لوگوں کو وتر نماز اِس طرح پڑھتے دیکھا ہے۔ (بخاری ص ۱۳۵ ج ۱)

وَقَالَ الشَّافِعِیُّ وَهٰکَذَا اَدْرَکْتُ بِبَلَدِنَا بِمَکَّةَ اِمام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے شہر مکہ

میں یہی کرتے پایا ہے کہ وہ بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ (ترمذی ص۹۹ ج۱)

غرض یہ ہے کہ تَعَامُلِ بَلَدْ یعنی کسی شہر کے علماء کا کسی مسئلہ پر متفق ہو جانا یا اِس سے زیادہ درجہ کا تعامل کہ بہت سے شہروں یا پوری مملکت کے علماء کا متفق ہو جانا کسی مسئلہ کے ثبوت کے لیے حدیثِ صحیح سے بھی بڑے درجہ کی دلیل مانا گیا ہے۔ یہ اِجماع ہی کی ایک شکل ہے۔

تعامل نہیں بلکہ اِجماع :

اِمام مالک اَور اہلِ مدینہ اَور اِمام اَحمدؒ عورت کے لیے ایک تہائی اَور پھر نصف دیت کے قائل ہیں نصف سے نہیں بڑھتے اَور علماء عراق اَور اِمام اعظمؒ اَور اُن کے اَساتذہ نخعیؒ ، شعبیؒ وغیرہ اَور اِمام شافعیؒ جن کا آخری دَور مصر میں گزرا ہے نصف دیت کے قائل ہیں۔ چاروں ائمہ میں نصف سے زیادہ کا کوئی قائل نہیں یہ اِجماعِ اُمت نہیں تو اَور کیا ہے۔ اَور اِس فیصلہ کا ثبوت حضرت عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے ہے۔

روایاتِ ائمہ کرام :

☆ اِبراہیم نخعیؒ اَور شعبیؒ کی روایت کے بارے میں یہ عرض ہے کہ اِبراہیم نخعیؒ اَور حضرت شعبیؒ کوفہ کے رہنے والے ہیں اِبراہیمؒ سے حضرت حمادؒ نے اَور اُن سے اِمام اعظم اَبوحنیفہؒ نے پڑھا ہے اَور شعبیؒ سے بھی اِمام اعظمؒ نے پڑھا ہے۔ شعبیؒ اِبراہیمؒ سے بہت بڑے تھے (پیدائش ۱۷ھ) اِبراہیم اُن سے عمر میں بہت چھوٹے تھے (پیدائش ۵۰ھ کے قریب) لیکن بڑھاپے کی عمر سے پہلے ہی ۹۵ھ میں وفات پا گئے۔ شعبیؒ اُن کی وفات کے بعد تک حیات رہے حتی کہ اِمام اعظمؒ نے اُن سے پڑھا۔ یہ اِمام اعظمؒ کے سب سے بڑے درجہ کے اُستاذ ہیں۔ اُنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کو پایا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ص۸۱ ج۱)

اِبراہیمؒ اَور شعبیؒ دونوں حضرات قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ قاضی شریحؒ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ہے مگر صحابی نہ تھے۔ اُنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف فرما ہوئے تو آپ نے بھی اُنہیں اُسی عہدے پر برقرار رکھا۔ ۷۸ھ یا ۸۰ھ میں اِن کی وفات ہوئی، ایک سو بیس سال عمر پائی، وفات سے ایک سال قبل حجاج بن یوسف کو اِستعفٰی دے دیا تھا۔ اِنہوں نے حضرت عمر حضرت علی اَور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی علم حاصل کیا اَور رَوایات لیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ص۵۹ ج۱)

اِس تمہید کے بعد عرض ہے کہ اِبراہیم نخعیؒ کی حضرت عمر اَور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے سند متصل تو یہ بھی ہے جو مصنف اِبن اَبی شیبہ میں مذکور ہے : جَرِیْرٌ عَنْ مُغِیْرَۃَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ شُرَیْحٍ کہ شریح نے فرمایا کہ میرے پاس عروۂ بارقی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے اُن کا والا نامہ لائے کہ ''سِنّ'' اَور ''مُوْضِحَۃ'' میں عورت مرد کی دیت برابر ہے اَور اِس سے اُوپر جو پیش آئے تو اُس میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوگی۔ (مصنف اِبن ابی شیبہ ص ۴۰۰ جلد ۳)

☆ شعبیؒ روایت کرتے ہیں کہ قاضی شریح سے ھِشَامُ بْنُ ھُبَیْرَۃَ نے دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب میں یہ قانون لکھا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوگی چھوٹی بڑی ہر قسم کی جنایت میں یہی حکم ہے۔ پھر اُنہوں نے حضرت ابن مسعود اَور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے اَقوال بھی لکھ دیے۔ (مصنف ص ۴۰۰ ج ۳) یہ بھی سند صحیح ہے۔

○ مُسْنَدِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ میں اِبراہیم نخعیؒ کی سندِ صحیح موجود ہے۔

اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ تَسْتَوِیْ جَرَاحَاتُ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِی السِّنِّ وَالْمُوْضِحَۃِ وَمَا کَانَ مِمَّا سِوٰی ذٰلِکَ فَالنِّسَاءُ عَلَی النِّصْفِ مِنْ جَرَاحَاتِ الرِّجَالِ .

(جامع المَسانید ص ۱۸۰ ج ۲)

اَور اَعمش سے اِبراہیم نخعیؒ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے اَور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان واسطہ کا نام لے دُوں تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عبداللہؓ کی روایت بس اِسی اُستاد سے مجھے پہنچی ہے اَور جب میں یہ کہوں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ فرمایا ہے اَور درمیان کے واسطے کا نام نہ لوں تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے اِبن مسعودؓ کی یہ روایت متعدد اَساتذہ سے سنی ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۱۷۷ ج ۱)

اِن کے بیان کردہ اِس اُصول کی روشنی میں واضح ہو جاتا ہے کہ مسند اَبی حنیفہ کی روایت کی سند متصل ہے اَور اِبراہیم نخعیؒ نے متعدد اَساتذہ سے جو اِبن مسعودؓ کے شاگرد تھے سنی ہے اِسی لیے اِمام شافعیؒ نے اِبراہیم نخعیؒ کی روایت سے جو بظاہر مرسَل ہے اِستدلال کیا ہے کیونکہ وہ متصل ہے ورنہ وہ مرسَل کو منقطع کی طرح قابل اِستدلال نہیں سمجھتے پھر قَالَ الشَّافِعِیُّ قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ... الخ لکھ کر اُنہوں

نے كِتَابُ الْحُجَّةُ کا پورا باب نقل فرمایا ہے۔ پھر اہلِ مدینہ کے مسلک پر اُن کی روایت پر هِيَ السُّنَّةُ کے جملہ پر بحث فرمائی ہے۔ اپنا تردد ظاہر فرمایا ہے پھر آخر میں یہ رائے دی ہے کہ اہلِ مدینہ کی دلیل حضرت زیدؓ سے اِتنے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی جتنی کہ اہلِ عراق کی دلیل حضرت علیؓ سے، اِس لیے اُنہوں نے اِسی مسلکِ حنفی کو اِختیار فرمالیا وَلَا يَثْبُتُ عَنْ زَيْدٍ كَثُبُوْتِهٖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (کتاب الام ص ۳۱۲ ج ۷)

غرض صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دَور میں یہ مسئلہ کہ مرد کی نصف دیت سے زیادہ عورت کی دیت نہیں ہوسکتی ایسا معروف اَور مسلَّم تھا کہ اِس پر پوری سلطنت اِسلامیہ میں کسی صحابی نے کوئی اعتراض نہیں کیا نہ اُس کے ماننے میں تامل کیا جیسے کہ اِنہیں سب ہی کو یہ مسئلہ پہلے سے معلوم ہی تھا۔

☆ مُسند اِمام شافعیؒ میں ایک جگہ مدنی، مکی اور شامی ائمہ تابعین کا بیان ہے کہ اُنہوں نے صحابہ کرامؓ کا یہی مسلک پایا ہے :

" اَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَعَنْ مَّكْحُوْلٍ وَعَطَاءٍ قَالُوْا اَدْرَكْنَا النَّاسَ عَلٰى اَنَّ دِيَةَ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ .... اَلْحَدِيْثُ. "

" یعنی اِبن شہاب مدنی مکحول شامی اَور عطاء مکی رحمہم اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے سے پہلے حضرات کو یہی فرماتے سنا ہے کہ مسلمان آزاد مرد کی دیت جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں .... "

اِس حدیث میں مرد و عورت کی دیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سِکّہ سے معین فرمائی ہے اَور عورت کی دیت مرد سے نصف مقرر کی ہے اَور محمد بن نصر مروزیؒ نے یہی مضمون سند صحیح سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے فرمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل لکھ کر بھیجا۔ (کتاب السنۃ لابن نصر ص ۶۳)

☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کی دیت مرد سے نصف اَدا کرنے کا فیصلہ فرمایا اَور چونکہ اِسے حرم شریف میں قتل کیا گیا تھا (یہ عورت ایک مجمع میں دَب گئی تھیں) اِس لیے تغلیظ (دیت شدید کرنے) کے لیے ایک ثلث اَور بڑھا کر آٹھ ہزار دِرہم اَدا کرائی اِس کی سند یہ ہے :

شَافِعِیٌّ سُفْیَانُ ابْنُ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ اَبِیْہِ (کتاب الام ص ۳۰۸ ج ۷)

☆ اہلِ مدینہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل پیرا رہے وہ عورت کی دیت ایک تہائی مانتے تھے اگر زیادہ نقصان ہوا ہو تو نصف تک مانتے تھے۔ حضرت سعید بن مسیّبؒ نے فرمایا ھِیَ السُّنَّةُ یہی سنت ہے۔ یہ روایات بسندِ صحیح ہے۔ (مصنف ابن اَبی شیبہ ص ۱۰۷ ج ۳)

○ مُصنف عبدالرزاق میں یہ روایت متعدد صحیح سندوں سے موجود ہے۔

(ملاحظہ ہو : ص ۳۹۴ و ص ۳۹۵ ج ۹)

ربیعہ اُستاذ اِمام مالکؒ نے حضرت سعید سے پوچھا کہ عورت کی ایک اُنگلی کی دیت کتنی ہے اُنہوں نے کہا دس اُونٹ، پوچھا دو اُنگلیوں کی دیت کتنی ہے؟ کہا بیس اُونٹ، پوچھا اُس کی تین اُنگلیوں کی دیت کتنی ہے کہا تیس اُونٹ، پوچھا چار اُنگلیوں کی دیت کتنی ہے؟ کہا بیس اُونٹ۔ ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جب اُس کی مصیبت بڑھ گئی زخم میں اَور شدت آ گئی تو دیت کیونکر کم ہوگئی۔ وہ دریافت کرنے لگے کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا کہ یا تو مجھے جاہل سمجھ لیجیے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے یا عالم سمجھ لیجیے جو مسئلہ کی تحقیق کرنی چاہتا ہے تو اُنہوں نے کہا اَلسُّنَّةُ یَاابْنَ اَخِیْ "میرے بھتیجے! سنت ہے"۔ اُن کے اِس جواب کے بعد ربیعہؒ نے بھی یہی مسلک اِختیار کر لیا پھر اِن کے شاگرد اِمام مالکؒ نے بھی۔

حضرت سعید بن مسیّبؒ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے (آغاز کو) دو سال گزرے تھے کہ پیدا ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اِرشادات اِنہوں نے سنے تھے اُنہیں خطبہ دیتے ہوئے سنا تھا۔ حضرت عثمان حضرت سعد بن اَبی وقاص، حضرت عائشہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت اَبو ہریرہ اَور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات لی ہیں۔ حضرت اَبو ہریرہ کے داماد تھے اُن کا یہ فرما دینا کہ یہی سنت ہے بڑا وزن رکھتا ہے۔ اِمام اَحمدؒ نے فرمایا ہے مُرْسَلَاتِ سَعِیْدٌ صحیح ہیں۔ (اَور خود اِمام اَحمدؒ نے بھی یہی مسلک اِختیار کیا ہے) وہ خود فرماتے تھے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ اَور اَبو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کا علم میں جہاں تک جانتا ہوں مجھے سب سے زیادہ ہے۔ حضرت حسن بصریؒ بھی اُن سے اپنے اِشکالات لکھ کر حل کرتے رہتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۵۴ ج ۱)

اِمام مالکؒ بہرحال اپنے اَسلافِ مدینہ کے اِسی فیصلے کو مانتے ہیں کیونکہ اِبن شہاب زہری (مدنی)

اَور عروۃ بن الزبیر (مدنی) بھی اِسی کے قائل تھے اَور یہی فتوی زید بن ثابت اَور ابن عباس کا تھا رضی اللہ عنہم۔ (المُنْتَقٰی (باجی) ص ۸۷ ج ۷)

یہ سب روایات جن میں ایک تہائی اَور پھر زیادہ سے زیادہ نقصان پر بڑھ کر نصف تک عورت کی دیت کا ہوجانا مذکور ہے اہلِ مدینہ کی دلیلیں ہیں لیکن نصف سے زیادہ دیت نہ ہونا یہ سب مانتے ہیں اِس پر سب کا اِتفاق ہے امام اَعظم ہوں یا اِمام مالک اِمام شافعی ہوں یا اِمام احمد رحمہم اللہ۔ یہ تو روایات کا تذکرہ تھا۔

اَقوال وفتاوٰی اَئمہ کرامؒ :

اَب ائمہ کرام رحمہم اللہ کے اَقوال وفتاوی بھی ملاحظہ ہوں۔ اِمام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اِرشاد ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی وَبِذٰلِكَ نَأْخُذُ (کتاب الاصل ص ۴۵۲ ج ۴)

کتاب الآثار میں روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اِرشاد کہ ہر چیز میں عورت کی دیت مرد سے نصف ہے زیادہ پسند ہے اَور یہی اَبوحنیفہؒ کا قول ہے وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ (کتاب الآثار ص ۱۰۱۔ کتاب الحجہ ص ۲۷۶ ج ۴)

وہ مزید تحریر فرماتے ہیں: فَقَدِ اجْتَمَعَ عُمَرُ وَعَلِیٌّ عَلٰی ھٰذَا فَلَیْسَ یَنْبَغِیْ اَنْ یُّؤْخَذَ بِغَیْرِہٖ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما اِس پر متفق ہیں تو اِس کے سوا اَور کوئی قول نہ لینا چاہیے۔ (کتاب الحجہ ص ۲۸۴ ج ۴)
یہ حنفی ائمہ کرامؒ کے اَقوال ہیں۔

اِمام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

دِیَةُ الْمَرْأَةِ وَجَرَاحُھَا عَلَی النِّصْفِ مِنْ دِیَةِ الرَّجُلِ فِیْمَا قَلَّ اَوْ کَثُرَ.

(مختصر المُزنی ص ۲۴۶)

''عورت کی دیت اَور اُس کے زخموں کی دیت مرد سے نصف ہوگی زخم کم ہوں یا زیادہ۔''

اِمام مالک رحمہ اللہ کا اِرشاد اُن کی کتاب موطا میں موجود ہے۔ اَور موطا کی شرح المنتقی کے حوالہ سے اَبھی اِس کا ذکر ہوچکا ہے۔

حنبلی مسلک یہی ہے جو اِمام مالک رحمہ اللہ کا ہے۔

اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک چوتھی صدی میں پھیلنا شروع ہوا ہے اِس سے پہلے دُنیائے اِسلام میں حنفی ، مالکی ،شافعی مسلک ہی رائج تھے جن کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔حنبلی مسلک کے عالم اِبن قدامہ لکھتے ہیں : مَسْأَلَة :قَالَ (وَدِيَةُ الْحُرَّةِ الْمُسْلِمَةِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ).... الخ

اِبن منذر اَور اِبن عبدالبر کہتے ہیں تمام اہلِ علم کا اِجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔ اِن حضرات کے علاوہ اَور عالموں نے ابن عُلَیہ اَور اَصم سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی طرح ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''مومن کی جان کے سو اُونٹ ہوں گے۔'' اَور یہ قول شاذ ہے جو اِجماعِ صحابہ اَور سنت نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف ہے کیونکہ حضرت عمرو بن حزم کے نام والا نامہ میں تحریر فرمایا گیا ہے : وَدِيَةُ الْمَرْأَةِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرَّجُلِ عورت کی دیت مرد سے نصف ہوگی۔ اَور یہ خاص ہے اَور جس سے وہ اِستدلال کرتے ہیں وہ عام ہے (اَور عام پر خاص کو ترجیح دی جاتی ہے)۔

اَور یہ دونوں ایک ہی گرامی نامہ میں ہیں لہٰذا جو رِوایت ہم لے رہے ہیں وہ اُن کی دلیل کے جملوں کی تفسیر ہے اَور اُس کے حکمِ عام کی مخصص ہے۔ اِبن قدامہ کی یہ عبارت قادری صاحب کا جواب ہے۔

اِس کے بعد ثلث اَور پھر نصف تک (نصف سے آگے نہ بڑھنے پر) اِستدلال کرتے ہوئے اِبن قدامہ لکھتے ہیں کہ

> ''یہ (فیصلہ اَور قاعدہ) حضرت عمرؓ، اِبن عمرؓ، زید بن ثابت سے منقول ہے یہی سعید بن المسیب، عمر بن عبدالعزیز، عروۃ بن الزبیر، زہری، قتادہ، اعرج، ربیعہ اَور (اُن کے شاگرد) اِمام مالکؒ فرماتے ہیں اَور یہی مدینہ شریف کے فقہاءِ سبعہ کا اَور جمہور علماءِ مدینہ کا قول ہے۔''
>
> (فقہائے سبعہ سب تابعین تھے اَور مدینہ شریف میں تھے)

پھر حنفی اَور شافعی مسلک کا ذکر کرتے ہوئے اُنہوں نے اِس کے قائل حضرات کے نام لیے ہیں :

> ''حضرت علی، حضرت حسن بصری، ابن سیرین، ثوری، لیث، ابن اَبی لیلیٰ، ابن شبرمہ، اَبوحنیفہ اَور اُن کے تلامذہ اَور اَبوثور، شافعی اَور ابن منذر۔'' (المغنی ص ۷۹۷ ج ہفتم)

اُنہوں نے پھر عمرو بن شعیب کی روایت نقل کی اَور اُس سے اِستدلال کے لیے یہ وجہ بیان کی کہ

بہر حال یہ حدیث ہے اِس لیے علماء کی رائے اَور قیاس پر مقدم ہوگی اَور حضرت سعید بن المسیبؒ کی روایت سنن سعید بن منصور میں ہے پھر اُنہوں نے اِس پر اِجماعِ صحابہ تحریر کیا ہے۔ (المُغنی ص ۷۹۸ ج ہفتم)

اَور اِس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کی دیت نصف سے زیادہ نہ ہونے پر صحابہ کرامؓ کا اِجماع ہے اِس میں کسی صحابی کا اِختلاف نہیں۔

کتبِ حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ سے بھی روایات ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ سے بیہقی میں اَور عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ نسائی میں اَور اِن روایات کو مجتہدین نے قیاس اَور رائے پر ترجیح دی ہے۔

اِنٹرویو میں کہا گیا ہے کہ حاتم اَصم اَور اِبن عُلیہ کے قولِ شاذ پر عمل کیا جا سکتا ہے لیکن آپ ہی سوچ لیں کہ خلفائے راشدین کے فیصلے جن پر کسی صحابی نے اِختلاف ہی نہیں کیا جن پر اُس دَور سے خلافت عثمانیہ ترکیہ کے خاتمہ تک تیرہ سو تیس سال عمل جاری رہا ہے جن پر ائمہ اَربعہ کی تصریحات موجود ہیں اَور اِن پر اِجماعِ اُمت چلا آرہا ہے چھوڑ کر قولِ شاذ پر عمل کرنا دین کہلائے گا یا بے دینی؟ اِجتہاد جائز ہے مگر اُصول کے تحت ہوگا۔ خلفائے راشدین عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے فیصلوں کی پابندی عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ کے تحت سب پر ضروری ہے اِس کے مقابلہ میں بعد کے کسی عالم کے قولِ شاذ پر چلنا اِجتہاد نہیں گمراہی ہوگا۔

اِمام اَوزاعیؒ نے فرمایا کہ جو علماء کے نادِر اَقوال پر چلنا اِختیار کرے گا وہ اِسلام سے نکل جائے گا۔
مَنْ اَخَذَ بِنَوَادِرِ الْعُلَمَاءِ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ . (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۸۰ ج ۱)

اللہ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

حامد میاں غفرلہٗ

جامعہ مدنیہ لاہور

۹ رذی الحجہ ۱۴۰۴ھ / ۶ ستمبر ۱۹۸۴ء